R. N. 2225/57 | Regd. No. A 522

انجمن ترقی اردو ہند کا ہفتہ وار اخبار

Telephone No 29
Telegrams ANJUMAN

ہماری زبان

جلد ۲۱ - شمارہ ۱۶	ایڈیٹر: آل احمد سرور	علی گڑھ - ۲۲ اپریل ۱۹۶۲ء

محمد بشیر الحق دسنوی

رسالہ دکن ریویو

یکم فروری سنہ ۶۲ء کے ہماری زبان میں جناب نصیر الدین ہاشمی حیدرآبادی نے دکن ریویو کے چند نمبروں کے متعلق جو مضمون سپرد قلم فرمایا تھا اس مضمون کو پڑھ کر میں نے اپنا خیال ظاہر کیا تھا کہ اس رسالے کی جلدیں پٹنے کے ایک کتب خانہ میں محفوظ ہیں اور میں ان محفوظ جلدوں کے بارے میں تحقیق کرکے بعد میں لکھوں گا۔

خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری بانکی پور کے الاصلاح لائبریری دسنہ سیکشن میں رسالۂ ہذا کی پانچ جلدیں محفوظ پائی جاتی ہیں جن کے مضامین کی فہرست مضمون کے آخر میں آئے گی۔

ان جلدوں کے بغور مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ دکن ریویو کی اشاعت (جنوری سنہ ۱۹۰۴ء) سے پہلے مولانا ظفر علی خاں صاحب حیدرآباد سے یمین السلطنت مہاراجہ کشن پرشاد بہادر کی سرپرستی میں، جولائی سنہ ۱۹۰۳ء سے افسانہ کے نام سے ایک رسالہ نکالتے تھے جس میں موصوف مسٹر رنالڈ لندن کا ترجمہ بنام فسانۂ لندن شائع کرتے تھے اس فسانہ کی پہلی جلد سنہ ۱۹۰۳ء کے آخر میں شائع ہوگئی تھی۔

جنوری سنہ ۱۹۰۴ء سے صاحب موصوف نے دکن ریویو نکالنا شروع کیا اور رسالہ افسانہ کو دکن ریویو کے ساتھ ضم کر دیا۔ دکن ریویو کے پرچے مطبع اختر دکن حیدرآباد میں چھپتے تھے۔ دکن ریویو کی اس جلد کو جو جنوری سنہ ۱۹۰۴ء سے دسمبر سنہ ۱۹۰۴ء تک نکل کر ختم ہوگئی جلد دوم قرار دیا گیا۔ غالباً رسالہ افسانہ کی رعایت سے ایسا کیا گیا ورنہ حقیقت میں دکن ریویو کی یہ جلد اول ہے۔ اس جلد میں حضور نظام میر محبوب علی خاں، اور مہاراجہ سرکشن پرشاد۔ نواب ظفر جنگ شمس الملک بہادر، نواب شہاب جنگ مختار الدولہ افتخار الملک بہادر، نواب صفدر جنگ مشیر الدولہ فخر الملک بہادر نواب عماد جنگ بہادر مرحوم، کرنل نواب افسر الملک بہادر، عمائدین حیدرآباد کے فوٹو دئے ہوئے ہیں۔

اردو اور فارسی غزلوں، اڈیٹر کے نوٹ اور کتابوں پر ریویو کے علاوہ مندرجہ ذیل اہم مضامین اس جلد میں پائے جاتے ہیں:-

(۱) بوعلی سینا نمبر ۱-۲-۳-۴-۵-۶-۷، از اڈیٹر۔ نمبر ۸ از جناب حافظ حکیم اجمل خاں صاحب دہلی۔

(۲) شہاب ثاقب۔ از سید محفوظ علی صاحب بی۔ اے۔

(۳) تزک جہانگیری اور جہانگیر، از نمبر ۱ تا ۳۔ مولانا شبلی نعمانی۔

(۴) تعلیم کا اثر اقوام کے نشوونما پر۔ از سید محفوظ علی صاحب بی۔ اے۔

(۳) فلسفۂ عشق (۱-۲) از اڈیٹر۔

(۵) صنعت و حرفت کی تعلیم کی ضرورت۔ از مولوی محمد عزیز مرزا صاحب بی۔ اے۔

(۶) پروانہ و شمع (نظم) از نادر علی خاں صاحب نادر کاکوروی۔

(۷) احیائے علوم عربیہ اور ایک میڈیکل۔ شبلی نعمانی۔

(۸) نسبتی قانون۔ از مرزا سلطان احمد صاحب۔

(۹) اصلاح تمدن۔ از نواب ذوالقدر جنگ بہادر۔

(۱۰) جزیرہ مینگالی۔ از محمد معشوق حسین خاں۔

(۱۱) ابر و باراں۔ از مولوی عزیز مرزا صاحب بی۔ اے۔

(۱۲) مبادی علوم۔ از مرزا سلطان احمد صاحب۔

(۱۳) زبان داں۔ از مرزا سلطان احمد صاحب۔

(۱۴) افریقہ کا مسافر۔ از سید محفوظ علی صاحب۔

دکن ریویو کی تیسری جلد جو حقیقت میں اس کی دوسری جلد ہے جنوری سنہ ۱۹۰۵ء سے دسمبر سنہ ۱۹۰۵ء تک نکلی۔ اس جلد میں تصویریں نہیں ہیں۔ مضامین کی فہرست درج ذیل ہے:-

(۱) مسئلہ کون۔ ص ۳ تا ص ۲۴۔ از مولوی کرامت حسین صاحب بیرسٹر ایٹ لا۔

(۲) وظیفہ۔ از مولوی محمد عزیز مرزا صاحب بی۔ اے۔

(۳) سائنس کا ایک نیا کرشمہ از ایڈیٹر۔
(۴) ابن رشد ۱-۲-۳-۴-۵، از سید محمد اشرف حیدرآبادی۔
(۵) چاند کا منظر۔ از سید راحت حسین صاحب بی۔ اے۔
(۶) جرمن فاضل بوئر کے مقدمہ تاریخ فلسفۂ اسلامیہ کے ایک حصہ کا ترجمہ نمبر ۱-۲ - از ایڈیٹر۔
(۷) اللہ دہ اور تحقیق علم ۱-۲-۳، از محمد مظہر حسن خاں۔
(۸) زبان (۲) (۳) (۴) از مرزا سلطان احمد۔
(۹) نئی اور پرانی دنیا کے اصول سیاست (ماخوذ از جرمن) از مولوی محمد اختر صاحب۔
(۱۰) مصنوعات دکن۔ از حافظ سید ابراہیم حیدرآبادی۔
(۱۱) انڈین نیشنل کانگرس اور مسلمانان ہند۔ از قاضی کبیرالدین صاحب۔
(۱۲) شرر اور سرشار۔ از شیخ تصدق حسین لکھنوی۔
(۱۳) فلسفہ لباس - از مرزا سلطان احمد صاحب۔

تیسری جلد کی تکمیل کے بعد ایڈیٹر مولوی ظفر علی خاں صاحب کی طبیعت بری طرح ناساز ہو گئی۔ اور ان کی شدید علالت کے باعث اکتوبر سنہ ۱۹۰۶ء تک دکن ریویو بند رہا۔ اور نومبر سنہ ۱۹۰۶ء میں دکن ریویو سلسلہ جدید جلد ۱۔ شمارہ ۱ ٹائمز آف انڈیا بلڈنگ بمبئی سے نکلنا شروع ہوا۔ دسمبر سنہ ۱۹۰۶ء کا رسالہ (جلد ۱ نمبر ۲) بھی بمبئی ہی سے شائع ہوا۔ جنوری فروری سنہ ۱۹۰۷ء کے پرچے (۳-۴) بمبئی میں تیار رکھے تھے مگر ایڈیٹر ظفر علی خاں صاحب کے دفعتہً حیدرآباد چلے آنے کی وجہ سے ان کی اشاعت معرض التوا میں آ گئی۔ اور یہ دونوں مشترکہ نمبر ناظرین کی خدمت میں حیدرآباد سے بھیجے گئے۔ پھر مارچ سنہ ۱۹۰۷ء سے سلسلہ جدید کے پرچے حیدرآباد سے نکلنے لگے مگر وقت کی پابندی ان پرچوں کی اشاعت میں کبھی ملحوظ نہیں رہی۔ اپریل۔ مئی جون۔ جولائی۔ اگست سنہ ۱۹۰۷ء (نمبر ۵ لغایت ۱۰) کا مشترکہ نمبر اسلام نمبر سلک اول کے نام سے نکلا اور ستمبر اکتوبر ۱۹۰۷ء (نمبر ۱۱-۱۲) کا مشترکہ نمبر جس پر اس سلسلہ جدید جلد اول کا خاتمہ ہوا۔ اسلام نمبر سلک دوم قرار پایا۔ اس جلد میں جسٹس بدرالدین طیب جی۔ سر کریم بھائی ابراہیم۔ امیر حبیب اللہ خاں فرمانروائے افغانستان۔ سلطان ٹرکی۔ شاہ آف پرشیا کے فوٹو شائع ہوئے ہیں۔ رسالہ کی پہلی دو جلدیں کتابی سائز پر نکلی تھیں۔ سلسلہ جدید کی جلدیں رسالہ مخزن لاہور کے سائز پر نکلی ہیں۔

ایڈیٹر کے عرض مدعا۔ ماہ گذشتہ۔ مرقع مشاہیر۔ اردو فارسی غزلیں اور نظمیں۔ کتابوں رسالوں اور اخباروں کے ریویو کے عنوان سے جو مضامین شائع ہوئے ہیں ان کو چھوڑ کر حسب ذیل مضامین قابل لحاظ ہیں جو اس جلد میں نکلے ہیں۔

(۱) سلطان صلاح الدین (۱) (۲) مولوی محمد عزیز مرزا صاحب بی۔ اے۔ جج ہائی کورٹ حیدرآباد۔
(۲) دنیا کا خاتمہ۔ ایڈیٹر۔
(۳) اساس الاخلاق (۱) (۲) مرزا سلطان احمد صاحب۔
(۴) پردے کا جنازہ۔ نقاش۔
(۵) خلفاء اور خلافت۔ مولوی محمد مشوق حسین خاں بی۔ اے۔
(۶) شجرالاباطیل و حجرالاباسیل۔ نقاش۔
(۷) عراق کے کواکب پرست۔ ایڈیٹر۔
(۸) ہربرٹ اسپنسر (۱) (۲)۔ مولوی محمد مشوق حسین خاں بی۔ اے۔
(۹) جزیرہ سسلی۔ حافظ عبدالرحمن سیاح امرتسری۔
(۱۰) تولہ بھر ریڈیم۔ نقاش۔
(۱۱) اونٹ۔ ایڈیٹر۔
(۱۲) محاصرہ پیرس کے ایام کا ایک عجیب واقعہ۔ نقاش۔
(۱۳) العالم الاسلامی (۱) (۲)۔ مولوی عبدالحق صاحب بی۔ اے۔
(۱۴) اتحاد بین المسلمین۔ ایڈیٹر۔
(۱۵) زبان عرب اور دنیا پر اس کا اثر۔ مولوی محمد عبدالحلیم شرر۔
(۱۶) تاریخ اسلام کا ڈراما۔ مولوی محمد مشوق حسین خاں بی۔ اے۔
(۱۷) اسلام کا اثر تمدن پر۔ مرزا سلطان احمد صاحب۔
(۱۸) معرفت نفس۔ مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر۔
(۱۹) اسلام میں عورتوں کا مرتبہ بمقابلہ اقوام غیر۔ مولوی محمد اختر صاحب۔

دکن ریویو سلسلہ جدید کی دوسری جلد نومبر سنہ ۱۹۰۷ء سے شروع ہو کر اکتوبر سنہ ۱۹۰۸ء میں اختتام کو پہنچی ہے۔ فروری و مارچ سنہ ۱۹۰۸ء کا مشترکہ نمبر ہندو نمبر ہے جس میں ہندوؤں کی تہذیب۔ مہابھارت پر ایک سرسری نظر وغیرہ قسم کے مضامین درج کئے گئے ہیں۔ اس جلد میں نواب محسن الملک مرحوم۔ سلطان زنجبار۔ مسٹر گوکھلے مہاراجہ گیکواڑ بڑودہ۔ شکنتلا۔ نواب عمادالملک سید حسین بلگرامی۔ نواب وقارالملک مولوی مشتاق حسین صاحب۔ مولوی محمد عزیز مرزا۔ کابل پاشا اور وزیر اعظم دولت عثمانیہ۔ اور خدیو مصر کی تصویریں شائع کی گئی ہیں۔ قابل لحاظ اور اہم مضامین کی فہرست درج ذیل ہے :۔

(۱) مرثیہ اور مرزا دبیر مرحوم (۱) (۲)۔ نواب نصیر حسین خاں بہادر خیال۔
(۲) العالم الاسلامی (۳) (۴) (۵) (۶) (۷)۔ مولوی عبدالحق صاحب بی۔ اے۔
(۳) آزادی اور اسلام۔ ابوالمظفر مولوی محمد تسلیم حیدر صاحب جلوتی (اندور)
(۴) ہندوؤں کی تہذیب (۱) (۲) (۳)۔ رائے پربھو لعل صاحب۔
(۵) مہابھارت پر ایک سرسری نظر۔ رائے بیج ناتھ صاحب۔
(۶) دیانت۔ مولوی سید عزیز اللہ صاحب۔
(۷) ہندوؤں سے متعلق مسلمانوں کے معلومات (۱)۔ مولوی محمد اختر صاحب حیدرآباد دکن۔
(۸) سر سید احمد خاں کی دینی برکتیں۔ مولوی محمد عبدالحلیم شرر۔
(۹) حکیم ناصر خسرو علوی البلخی۔ ایڈیٹر۔
(۱۰) حالی کی قدیم غزلیں۔ مولوی رضا علی وحشت صاحب کلکتہ
(۱۱) ہندی قوم اور قومی زبان۔ مسٹر ڈپٹی لال نگم بی۔ اے۔ دہلی۔
صبح عیش۔ مولوی مرزا سلطان احمد صاحب۔
(۱۲) فارسی شاعری کا چوتھا دور۔ علامہ شبلی نعمانی لکھنو۔
(۱۳) غازی۔ مولوی غلام سرور خاں بی۔ اے۔ ڈیرہ اسمٰعیل خاں۔
(۱۴) نشاۃ الثانیہ۔ خامہ حقیقت نگار۔
(۱۵) منوچہری۔ علامہ شبلی نعمانی لکھنو۔
(۱۶) سید محمود آزاد۔ مولوی رضا علی صاحب وحشت کلکتہ

(باقی صفحہ ۱۰ پر)

ہماری زبان

۲۲ اپریل ۱۹۶۲ء

دو دھارے

ہمارے ملک میں دو تہذیبی اور لسانی دھارے ساتھ ساتھ چل رہے ہیں۔ ایک ملک کی پوری تاریخ کو اپناتا ہے اور اس کے ہر جز سے طاقت حاصل کرتا ہے، دوسرا اس تاریخ کے ایک ہی حصے پر نظر رکھتا ہے اور دوسرے حصوں کے کارناموں کو نظر انداز کرنا چاہتا ہے۔

جب ہمارا دستور منظور ہوا تو اس میں یہ صراحت کی گئی کہ آئندہ جب ہندی کو ملک کی سرکاری زبان بنایا جائے تو اس کے لئے بنیاد ہماری مشترک تہذیب اور ہندوستانی کی روح ہو۔ اس کے معنی یہ تھے کہ ہندی کی ترقی میں مشترک تہذیب کے ہر پہلو کا لحاظ رکھا جائے اور ہندی کی آئندہ شکل ہندوستانی سے قریب ہو۔ ہندوستانی پر گاندھی جی نے بہت زور دیا تھا۔ کانگریس اس کو تسلیم کر چکی تھی مگر آزادی کے بعد چند مخصوص حالات کی روشنی میں ہندوستانی منظور نہ ہو سکی ہاں ہندوستانی کی روح کو اپنانے کی ہدایت ضروری سمجھی گئی۔ اس کے باوجود ملک میں سنسکرت آمیز ہندی کو مقبول بنانے کی کوششیں ہوتی رہیں اور کچھ لوگ سنسکرت کو ملک کی سرکاری زبان بنانے پر بھی اصرار کرتے رہے۔ یہاں سنسکرت کی اہمیت سے انکار کا سوال نہیں ہے۔ سنسکرت کی عظمت کون نہیں جانتا۔ ہندوستانی ادبیات پر اس کا جو غیر فانی اثر ہے اُسے کون تسلیم نہیں کرتا۔ اس کے ادب نے دُنیا کو عموماً اور ہمارے ملک کو خصوصاً انسان دوستی کی جو اعلیٰ قدریں دی ہیں، فطرت کی جس طرح عکاسی کی ہے، جذبات کی جو مصوری کی ہے، وہ سب مانتے ہیں۔ اس کے مطالعے کے لئے سہولتیں فراہم کرنا بھی سب ضروری سمجھتے ہیں۔ اس لئے قومی یا سرکاری زبان کے سلسلے میں سنسکرت کی مخالفت کے معنی سنسکرت زبان کی مخالفت کے نہیں لینے چاہئیں، بلکہ یہ سمجھنا چاہئے کہ سنسکرت سے محبت کے یہ معنی نہیں کہ ہم ملکی و قومی ضروریات، تعلیمی پہلو اور روزمرہ زندگی کی سہولتوں کو نظر انداز کر دیں۔ کسی کلاسیکل زبان کو جو کبھی عام طور پر بولی نہیں گئی، سرکاری اور قومی زبان کیسے بنایا جا سکتا ہے۔ سرکاری اور قومی زبان تو وہی ہو سکتی ہے جو ایک زندہ اور بڑے پیمانے پر بولی جانے والی زبان ہو۔ یہ ضرور ہے کہ خاص خاص موقعوں پر سنسکرت میں تقریریں ہوتی ہیں لیکن ایسا نہیں ہے کہ کوئی بچہ اپنی ماں سے سنسکرت میں بولنا سیکھتا ہو۔ اس لئے ڈاکٹر کاٹجو اور اُن کے ہم نواؤں کی یہ کوشش کہ سنسکرت کو سرکاری زبان بنایا جائے، نہ صرف غلط ہے بلکہ خطرناک ہے۔ اس کی وجہ سے سنسکرت تو سرکاری زبان نہیں بن جائے گی لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ ہندی میں سنسکرت کی بھرمار ہوتی رہے، ہندی کی اپنی فطرت بدل جائے اور ہندوستان کی بیشتر زبانوں کے چلن کو نظر انداز کر کے ایک مصنوعی اور بوجھل زبان سے کشتی لڑنے کی سعی میں برسوں تک مصروف رہنا پڑے۔ ادھر کچھ عرصے سے عام ضروریات نے، زبان کے مسئلے میں ایک حقیقت پسندی پیدا کر دی ہے۔ ریاستی حکومتیں جو دھڑا دھڑ کتابی ہندی کا ڈھیر لگا رہی تھیں، اب اپنی غلطی کا احساس کر رہی ہیں۔ ہائی کورٹ کے جج یہ محسوس کرتے ہیں کہ عدالت کا کام مصنوعی اور ثقیل ہندی کی وجہ سے مشکل ہو رہا ہے۔ ریڈیو والے بھی اب عام فہم زبان کی طرف جھک رہے ہیں۔ ادیبوں میں بھی اب مشکل پسندی کے خلاف جہاد کا جذبہ بڑھ رہا ہے۔ ان حالات میں پھر سنسکرت کو سرکاری زبان بنانے کی تحریک، اُلٹی گنگا بہانے کے مترادف ہے۔ یہی نہیں یہ مشترک تہذیب کے تصور اور ہندوستانی کی روح کے ساتھ انصاف نہیں ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ عوام اور خواص سنسکرت کے نام سے مسحور نہ ہوں، بلکہ سنجیدگی سے اس بات پر غور کریں کہ ملک کی بھلائی کس چیز میں ہے۔ سنسکرت کو سرکاری زبان بنانے میں یا سنسکرت آمیز ہندی کو رائج کرنے کی کوشش میں یا اس کے بجائے ایک عام فہم، چالو، لوچ دار ہندی زبان بنانے میں جو ہر زبان سے الفاظ لے اور جو زیادہ سے زیادہ لوگوں کے لئے قابل قبول ہو۔ ہمارا تو خیال یہ ہے کہ ہندی اُردو سے جتنا فائدہ اُٹھائے گی اُتنا ہی اس کے حق میں بہتر ہوگا۔ وہ اُردو سے جتنی دوری برتے گی اُتنی ہی مصنوعی، مشکل اور بوجھل بنے گی۔ اُردو ہماری مشترک تہذیب کی نہایت شاندار یادگار ہے اور ہندی سے اس کا جتنا قریبی تعلق ہے کسی اور زبان سے نہیں۔ اتنے قریبی تعلق کو چھوڑ کر ہندی کو سنسکرت بنانے کی کوشش، یا اس کے بجائے سنسکرت رائج کرنے کی کوشش، ملک کے لئے کسی طرح سودمند نہیں ہو سکتی۔ ایسے خیالات کو ترک کر دینا چاہئے۔ ہاں سنسکرت کے مطالعے کو بڑھانے، اس کے خزانے کو ہندوستانی زبانوں میں منتقل کرنے اور جدید طریقوں کے مطابق تعلیم کی ثانوی اور اعلیٰ منزل پر اس کی تدریس کے لئے مناسب انتظامات کرنے کی ہر کوشش نہ صرف جائز بلکہ مستحسن ہے اور ہم اس کی پُرزور حمایت کرتے ہیں۔ ہم سنسکرت کے ورثے سے انکار نہیں کرتے، مگر سنسکرت کو ہندی کی جگہ نہیں دے سکتے نہ ہندوستان کی سرکاری زبان کو سنسکرت آمیز ہندی بنانے کی حمایت کر سکتے ہیں۔ ہم آسان اور عام فہم ہندی کے حق میں ہیں۔ یہی ہماری تاریخ اور تہذیب کا تقاضا ہے اور اسی کی طرف گاندھی اور نہرو نے اشارہ کیا ہے۔ ہمیں انھیں کی بتائی ہوئی راہ پر چلنا چاہئے اور اِدھر اُدھر نہیں دیکھنا چاہئے۔

انجمن ترقی اردو شاخ بھیونڈی

انجمن ترقی اردو شاخ بھیونڈی کی جانب سے اکاؤنٹنسی (حساب کتاب) سکھانے کی کلاس شروع کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں جناب عبدالسلام صاحب بی کام کی خدمات حاصل کی گئی ہیں۔ اس کلاس میں حساب کتاب رکھنے کی مکمل معلومات تین ماہ کے قلیل عرصے میں دی جائے گی۔ ہر ماہ کی پیشگی فیس پانچ روپے ہوگی۔ کلاس رات میں نو بجے سے دس بجے تک میں ہائی اسکول میں ہوا کرے گی۔ ذریعۂ تعلیم اردو ہوگا۔

تفصیلی معلومات اور اپنے نام درج کروانے کے لئے مومن یوسف حسن (سکریٹری) یا عبداللہ ہانی (جوائنٹ سکریٹری) سے ملاقات کریں۔

عوام سے پُرزور اپیل کی جاتی ہے کہ اس سہولت سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں۔

(مومن یوسف حسین جنرل سکریٹری)

یونی ورسٹی کے امتحانات اور اردو

وائس چانسلر سے انجمن ترقی اردو کے وفد کی ملاقات

حیدرآباد۔ ۱۴ر اپریل۔ انجمن ترقی اردو کے ایک وفد نے جو مسٹر حبیب الرحمٰن معتمد انجمن، پروفیسر ہارون خاں شروانی (ایم ایل اے)، مسٹر ڈی راما نج راؤ، ڈاکٹر راج بہادر گوڑ اور مدیر سیاست مسٹر عابد علی خاں پر مشتمل تھا۔ آج صبح وائس چانسلر عثمانیہ یونیورسٹی سے ملاقات کی اور یونی ورسٹی کے امتحانات میں سوالات کے جوابات اردو میں دینے پر بات چیت کی۔ یاد ہوگا کہ پہلی آندھرا پردیش اردو کانفرنس میں یونیورسٹی کے امتحانات اور اردو کے تعلق سے ایک قرارداد منظور کی گئی تھی۔ وائس چانسلر ڈاکٹر ریڈی نے وفد کے مطالبات سنڈیکیٹ میں پیش کرنے کا وعدہ کیا۔

انجمن ترقی اردو ساگر کی سرگرمیاں

ساگر (بذریعہ ڈاک) معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ انجمن ترقی اردو شاخ ساگر نے دو شبینہ مدرسے حال میں شہر کے اہم مرکزوں میں قائم کردئے ہیں جن میں تنخواہ دار مدرسین طلبہ کو تعلیم بالغان کا نصاب پڑھا رہے ہیں اور انجمن کی جانب سے طلبہ کو مفت کتابیں و سلیٹیں وغیرہ بھی تقسیم کی گئی ہیں۔ انجمن کی لائبریری کا افتتاح بھی مارچ میں ہو چکا ہے اور اب ایک گشتی لائبریری عنقریب شروع ہونے والی ہے جس سے تمام شہر کے علمی و ادبی ضروریات پوری ہونے رہنے کی توقع ہے۔ انتہائی مسرت کی بات ہے کہ انجمن اردو کی نشر و اشاعت کے ساتھ ساتھ قومی یکجہتی و میل ملاپ کے لئے بھی کوشاں ہے۔

[illegible] [illegible] اردو [illegible] [illegible] ہماری زبان [illegible] [illegible] سلسلہ جاری ہے۔ منیجر

انجمن ترقی اردو ٹیٹاگڑھ

بتاریخ ۵ر مئی ۸ بجے شب کو عید گاہ میدان ٹیٹاگڑھ میں انجمن ترقی اردو شاخ ٹیٹاگڑھ کا سالانہ جلسہ ہونا قرار پایا ہے اس موقع پر اراکین انجمن نے یوم اقبال منانے کا فیصلہ کیا ہے جس میں پرویز شاہدی، سالک لکھنوی، سوز سکندر پوری، نواب دہلوی اور جرم محمد آبادی کی شرکت متوقع ہے۔ ایک غیر طرحی مشاعرہ بھی منعقد ہوگا۔

علم دوست حضرات سے گزارش ہے کہ جلسے کو کامیاب بنا کر وقت کے تقاضہ کو پورا کریں۔

نثار احمد مجروح ڈمرانوی

انجمن ترقی اردو شاخ ہری ہانس

۱۱ر اپریل سنہ ۱۹۶۲ء کو گاندھی لائبریری کے ہال میں انجمن ترقی اردو شاخ ہری ہانس (سارن) کی ایک نشست ضمیر الدین احمد صاحب ضمیر گیاوی کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ اس نشست میں مندرجہ ذیل امور پر غور کیا گیا۔

بہار کے تعلیمی اداروں میں اردو کے بہی خواہوں کی انتھک کوششوں کے باوجود اب تک اردو خوانوں کو وہ رعایتیں دستیاب نہ ہو سکیں جو انھیں قانوناً ملنی چاہئیں!

انجمن مذکور کو مزید استحکام بخشنے کی تدبیریں۔

انجمن نے گاؤں میں قائم شدہ مدرسہ ریاض العلوم کے نادار و مفلس طلبہ کو حتی المقدور مالی و کتابی مدد کی اور پھر آئندہ بھی کرنے کا وعدہ کیا۔

بشیر احمد صاحب قریشی لائبریرین گاندھی لائبریری نے انجمن کو مالی امداد دیتے ہوئے اراکین انجمن کو آئندہ بھی اپنی ذات سے ہر طرح کی سہولت بہم پہنچانے کا وعدہ کیا۔ (نامہ نگار)

انجمن ترقی اردو پاکستان کے نئے صدر

کراچی۔ ۱۱ر اپریل۔ صدر ایوب نے سابق وزیر تعلیم اور موجودہ الیکشن کمشنر مسٹر اختر حسین کو انجمن ترقی اردو کا صدر اور مسٹر جمیل الدین عالی کو سکریٹری نامزد کیا ہے۔ انجمن کے موجودہ انتظامی بورڈ نے انجمن کا جو آئین پیش کیا ہے صدر نے اس کی بھی منظوری دے دی ہے۔ نئے آئین کے تحت صدر پاکستان انجمن کے صدر و سکریٹری کا تقرر کر سکتے ہیں۔ نئے آئین کی رو سے بارہ ممبروں کا ایک انتظامی بورڈ بھی قائم کیا جائے گا جس میں مختلف علاقوں کو نمائندگی حاصل ہوگی۔ انجمن کے بانی و صدر مرحوم ڈاکٹر عبدالحق نے دو سال پہلے صدر ایوب سے انجمن ترقی اردو کے معاملات میں مداخلت کرنے اور اسے بدعنوانیوں سے پاک کرنے کی درخواست کی تھی۔ جس کے بعد صدر نے ایک آرڈی ننس جاری کر کے انجمن کی انتظامیہ کو توڑ دیا اور اس کی جگہ ایک نیا انتظامی بورڈ قائم کر دیا۔

اقبال ماہر

افسانۂ خوں ختم ہوا

الجزائر ترے جانباز محبانِ وطن
انقلابِ سحر آثار تک آ پہنچے ہیں
عرصۂ جنگ کی تپتی ہوئی ویرانی سے
امن کے سایۂ دیوار تک آ پہنچے ہیں

بارہا تجھ سے تشدد نے سپر ڈالی ہے
سرنگوں در پہ ترے فتنۂ ڈیگال ہوا
سرزمیں تیری فلک گیر ہوئی آخرکار
آسماں بوس ترا پرچمِ اقبال ہوا

تیرے آزاد جوانوں نے جو کھائی تھی قسم
اب تشدد ترا افلاک نہ ہونے دیں گے
الجزائر کے مقدس در و دیوار و حرم
اجنبی سائے سے ناپاک نہ ہونے دیں گے

مژدہ باد آج وہ ہنگامِ سحر آ پہنچا
خوابِ آزادیِ جمہور کی تعبیر لئے
وہ گرفتار بھی زنداں سے نکل آئے ہیں
دستِ آزاد میں ٹوٹی ہوئی زنجیر لئے

سامراج اب یہی انجام ترا ہونا ہے
محفلِ عیش میں وہ جام نہ پینا ہوگا
اہلِ صیاد کو لینی ہے کہاں عمرِ دوام
مے کے بدلے تجھے زہراب بھی پینا ہوگا

پائے انصاف پہ ڈیگال نگوں سار ہوا
اجنبی بم کی ہیں پرچھائیں سے اقلیم خموش
امن کی چھاؤں میں ہے محوِ خرام افریقہ
قہرمانوں کی ہیں ناپاک جفائیں خاموش

اہلِ بیداد میں اب جرأتِ بیداد نہیں
بدزباں نرمیِ گفتار تک آ پہنچے ہیں
تھا جنہیں تذکرۂ امن و اماں سے انکار
اب وہ پابندیِ اقرار تک آ پہنچے ہیں
رقصِ ابلیس کا اندازِ جنوں ختم ہوا
جنگ باز و رگ وہ افسانۂ خوں ختم ہوا

آزاد محمد ذکی

یادیں

یہ طوفانی ہواؤں میں
اندھیرے کی تہوں سے
اٹھتے بھوت سے کیا ہیں ۔۔۔؟

مہندر پرتاب چلنی

آہ! کنول

اپنے عزیز دوست کنول کشور سیٹھی کی مرگِ ناگہاں پر

اے کنول! اے گلِ شبابِ بہار　　روح فرسا ہے انقلابِ بہار
تو نہیں، گو یقیں نہیں آتا　　چین دل کو کہیں نہیں آتا
تیری ہستی تھی مایۂ خوبی　　موت تیری ہمیں بھی لے ڈوبی

جب تو ہنس ہنس کے ہم سے ملتا تھا　　غنچۂ دل ہمارا کھلتا تھا
چشمۂ نوش دلی تھی تیری ذات　　تیری ہر بات تھی کرشمۂ حیات
بیکسِ دل، بہار طبع، نیک اطوار　　خوش ادا، خوش کلام، خوش گفتار

تجھ سے باغ و بہار تھی ہر بزم　　رونقِ نغمہ زار تھی ہر بزم
آج ہر دل میں یاس کا عالم　　ہر نظر میں اداس سا عالم!
آج ہر گھر میں تیرا ماتم ہے　　در و دیوار [illegible] ہے

کوئی اقدام بارور نہ ہوا!　　کوئی چارہ بھی کارگر نہ ہوا!
کاش! ہم تیرے کام آ سکتے!　　موت کو راہ سے ہٹا سکتے!
کاش! تجھ پر نثار ہو جاتے　　ہم ہمیشہ کی نیند سو جاتے!

موت شاید ہے زیست کی معراج　　یا ہے کم بختی اس جہاں کا رواج
ختم بھی ہوگا یہ رواج نہیں　　ہاں نہیں موت کا علاج نہیں
ہستی موت غیر فانی ہے　　ورنہ ہر چیز آنی جانی ہے

غزل

سید حرمت الاکرام

بہت مجبور ہیں اس زندگی کے پیچ و خم　　نہیں ہیں آپ کے گیسو کہ ہم سلجھا لیں
[illegible]　　کہیں چھلکنے کی حد تک جام بھر جائیں
ہم جہاں کے سہارے گزر گئے کچھ دن　　[illegible] اسی انداز سے گزر جائیں
[illegible]　　[illegible] کے سر جائیں!

اسرار اکبر آبادی

[illegible]

پروفیسر [illegible]

[illegible]

مراسلات

ہندی انگریزی الفاظ اور اردو املا

مرتی کی درمیانی دو اشاعتوں میں محترم جناب گیان چند صاحب کا مراسلہ نظر سے گذرا۔ مجھے بعض جگہ ان سے اتفاق ہے اور بعض جگہ اختلاف۔

۱۔ خفیف اے کے لئے ترچھے زیر کی علامت اختیار کرنی چاہیے۔ جیسا: bell بیل، let لیٹ۔

۲۔ خفیف آ ے کے لئے کوئی علامت اپنا نا بے کار ہے۔ عام طور پر ہ کے پہلے زبر کی آواز خفیف اے کی سی ہوتی ہے۔ آپ کہنا لکھیں یا کہنا، لوگ اسے ویسے ہی پڑھیں گے جو پڑھتے ہیں۔ صحیح تلفظ ہم صرف اس لئے ادا نہیں کرتے کہ اس میں ایک قسم کی رکاوٹ ہے اور سننے میں بھی اچھا نہیں لگتا۔

۳۔ خفیف اُ کے لئے پیش (ُ) استعمال کرنا چاہیے۔ ٹہرام؛ hundred ہنڈرڈ۔

۴۔ کامل اتفاق۔

۵۔ ۓ کے لئے ہمیں کھڑا زیر (ٖ) استعمال کرنا چاہیے۔ اس، رگھوپت، باشہر۔ یہاں گیان چند صاحب کہہ سکتے ہیں کہ پھر اضافت کی کیا صورت ہوگی۔ تو اضافت کے لئے ترچھے زیر کی علامت موزوں ہے۔ خطِ اردو۔

۶۔ ۓ کے لئے الٹا پیش (ٗ) استعمال کرنا چاہیے۔ اُس، اومیند۔

۷۔ میاں گیان چند صاحب نے میری ہی تجویز (جلوہ "ہماری زبان") کو اپنایا ہے۔ اب ایسے میں اختلاف کا سوال ہی کیوں کر پیدا ہونے لگا۔ hull ہل، call کول۔

۸۔ نون کے اس طرح اظہار کرنے سے تو کہیں اچھا ہے کہ نقطہ لگایا ہی نہ جائے۔ پانچ، گنوار۔

۹۔ نون کے نقطے کے اوپر نشان لگا کر زیادہ جگہ گھیرنے سے تو کہیں بہتر ہے کہ حرف کے نیچے ایک خط مستقیم کھینچ دیا جائے۔ دھبہ، شورا۔ لیکن اس طرح یہ خط زیر کا فریب دے سکتا ہے۔ اس لئے گیان چند صاحب کا طریقہ میرے سے زیادہ قابل قبول ہے۔

۱۰۔ جب آپ ۓ کو اُو لکھ رہے ہیں، ۓ کو او لکھ رہے ہیں تو ۓ کو او لکھتے ہیں تو جب ہم و کو و کیوں ہ صرف و کیوں نہیں؟ واو کی غلطی آواز وں کے لئے جب الگ نشانات اختیار کر رہے ہیں تو سائن وو (بطور حرف صحیح) کو یوں ہی رہنے دیجئے۔ صامت و صحیح کو shave جیسے (شیو جیسے) لکھنے میں کوئی قباحت بھی نہیں ہے۔

۱۱ ـ ۱۲ ـ اتفاق کامل۔

ان کے علاوہ۔

کھیل کو اس طرح لکھنا چاہیے، کھیل۔ اسے ہم کھیل ہی پڑھیں گے کیونکہ ی کے لئے الگ نشان موجود ہے کھیل پڑھنے کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوگا۔

(اقبال کرشن)

اردو میں انگریزی الفاظ

اقبال کرشن کا مراسلہ "اردو میں بے چاروں کے اعصاب پر انگلش چھ سوار" "ہماری زبان" کے یکم اپریل کے شمارے میں نظر سے گذرا۔ "بکڈپو" اور "بار ایجنسی" جیسے عام فہم اور مروجہ الفاظ پر ان کا سینہ غم سے پھٹا جا رہا ہے۔ بھلا کیوں؟ اس لئے کہ انگریزی زبان بدیسی زبان ہے؟ لیکن میں ایسا نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو عربی، فارسی، پرتگیزی اور دوسری زبانوں کے الفاظ بھی اردو میں شامل نہ ہوتے اور ان کا پیارا نام اقبال کرشن، چندر کرشن، روپ کرشن یا کچھ اور ہوتا۔ انگریزی کے سیکڑوں الفاظ ہماری اردو میں رائج ہیں اور ہم ان کو بلا تکلف بولتے اور لکھتے ہیں لیکن کبھی یہ نہیں سوچتے کہ ہمارے ذہن پر انگریزی سوار ہے۔ اردو زبان میں جذب کی قوت ہی اتنی زیادہ ہے کہ وہ ہر زبان کے سہل اور عام فہم الفاظ اپنا لیتی ہے خواہ وہ دیسی ہوں یا بدیسی "بک ایجنسی"، "بک ڈپو"، "امپوریم" جیسے الفاظ آج اردو کے لئے اجنبی نہیں۔ ایک مدت سے مستعمل ہیں اور اتنے ہی مانوس ہیں جتنے "کتب فروشی" یا "کتب خانہ" وغیرہ۔ یہ انہی الفاظ کے مترادفات ہیں جو زبان کو وسعت بخشتے رہے۔ میری تو یہ گذارش ہے کہ خدارا اردو کو اس کے قدرتی نہج سے نہ موڑو اور اس کی ہمدردی کے جوش میں خود اس کے پیروں پر کلہاڑی نہ مارو۔

اگر غیر زبان کے الفاظ اردو میں آتے ہیں تو برا کیا ہے اردو کا آغوش تو ہمیشہ ہر اچھی چیز کے لئے وا رہا ہے پھر اب یہ تنگ دلی کیوں؟ اگر ان الفاظ میں قوت ہے، شیرینی اور دل کشی ہے تو یہ خود ہی اپنا گھر بنالیں گے ورنہ ان کا سفر بتانے کی ضرورت نہیں۔

(ح۔ ذ۔ ادیب)

یہ شعر کس کا ہے؟

جب بھی بیٹھا ہوں دامن کو سینے
مجھ کو چھیڑا ہے دیوانگی نے

قارئین ہماری زبان میں سے اگر کسی صاحب کے علم میں یہ شعر یا پوری غزل ہو تو بتانے کی زحمت گوارا فرمائیں۔ میں ان صاحب کا مشکور ہوں گا۔

(حبیب احمد سیاح)

اورینٹل کالج کے سالانہ امتحانات

اورینٹل کالج بھنڈی بازار۔ بمبئی نمبر ۳ کے سالانہ امتحانات منشی اردو (ادیب۔ منشی۔ منشی عالم۔ منشی فاضل۔ آنرز ان اردو) ہر اگست اور مشیر اسلامیات (ابتدائی، متعلم اسلامیات۔ ماہر اسلامیات اور فاضل اسلامیات) ۳ ستمبر ۱۹۶۲ء سے شروع ہوں گے۔ دستور و نصاب پرنسپل کالج سے حاصل کیجئے۔

کچھ اُردو ٹائپ کے بارے میں

ہماری زبان میں اکثر اُردو ٹائپ کی حالت میں خود انجمن کی جانب نیز دوسرے اہلِ ذوق کی طرف سے تحریریں شائع ہوتی رہتی ہیں اور اُردو ٹائپ کو رواج دینے کی اہمیت پر مختلف قابلِ قبول اور معقول دلائل کے ساتھ زور دیا جاتا ہے لیکن حیرت یہ ہے کہ ہم اُردو والوں کا مزاج اتنا قدامت پسند ہے کہ بس کچھ نہ پوچھئے۔ ایک نستعلیق کے ہو رہے ہیں تو اس میں عرصہ دراز میں نہ کوئی جدت پیدا کی نہ کسی [illegible] کی ضرورت سمجھی۔ یہی حال ٹائپ کا ہے اُردو ٹائپ والے بس ایک نسخ ٹائپ پر قانع ہو گئے ہیں۔ اس کی ایک وجہ تو یہ بھی ہے کہ اُردو ٹائپ اخبارات اور رسائل والے استعمال نہیں کرتے اور عنوانات کے لئے نیز خبروں کی اہمیت کے لحاظ سے خفی و جلی ٹائپ اور ٹائپ کی [illegible] کی ضرورت پیش ہی نہیں آتی۔ لیکن اس ضرورت کے امکانات کتابوں کی طباعت میں حُسن پیدا کرنے کے لئے بھی تو ہو سکتے ہیں۔ عربی فارسی کی کتابیں آپ ملاحظہ کیجئے تو معلوم ہوگا کہ اُن کے یہاں ابھی خاصی قسمیں ٹائپ کی مل جاتی ہیں۔ نسخ کی مختلف صورتوں میں خطِ کوفی وغیرہ میں۔ اُردو میں یہ صورتِ حال نایاب اس لئے ہے کہ یہاں اُردو ٹائپ ڈھالنے والی فاؤنڈریاں صرف دو ہیں اور وہ دونوں بمبئی میں ہیں (یہاں میں نے جان بوجھ کر اُن فاؤنڈریوں کا ذکر نہیں کیا جو اُردو کا ناکارہ اور صد سالہ قدیم انداز کا ٹائپ ڈھالتی ہیں۔ مثلاً الٰہ آباد کی فاؤنڈری) ایک قیصر پریس کی فاؤنڈری ہے اور ایک شہاب الدین دسنوی کے اوپی پبلشرز کی۔ یہ دونوں جانتی ہیں کہ ضرورتمند اُن ہی کی طرف رجوع کریں گے۔ اور جو کچھ انھیں مل جائے گا اسی کی خریداری پر آمادہ ہو جائیں گے۔ ان حالات نے دو رکاوٹیں پیدا کی ہیں۔

پہلی تو یہ کہ اُردو ٹائپ بے حد مہنگا ہے ہندوستان کی دوسری زبانوں کے ٹائپ کے مقابلے میں بھی دو گنے سے بھی زائد قیمت کا۔

اور دوسری یہ کہ ٹائپ میں اقسام کے تجربات نہیں ہونے اس لئے کہ آپس میں ٹائپ بنانے والوں کے درمیان کوئی زبردست مقابلہ نہیں جو انھیں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے پر اکسائے۔

ظاہر ہے کہ اس کے بے حد مضرت رساں اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ بعض پریس والے اُردو ٹائپ کی خریداری پر باسانی آمادہ نہیں ہوتے وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ ٹائپ بے حد مہنگا ہے اور اس میں ایک بڑی رقم کو پھنسا دینا قرینِ مصلحت نہیں۔

انجمن ترقی اُردو کو اس بات کی طرف توجہ دینی چاہیئے۔ اور ایسے حالات پیدا کرنے میں مدد کرنی چاہیے کہ اُردو ٹائپ کا نرخ کم ہو سکے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ دہلی وغیرہ کی بڑی فاؤنڈریوں کو اُردو ٹائپ ڈھالنے پر آمادہ کیا جائے۔ اس طرح ایک تو بمبئی کی اجارہ داری ختم ہو گی اور اس طرح ٹائپ سستے داموں ملنے لگے گا اور دوسرے مختلف اقسام کے ٹائپ ڈھلنے لگیں گے اور اُردو کی ٹائپ کی طباعت زیادہ خوبصورت اور جاذبِ نظر ہو جائے گی۔ یہاں بمبئی کی ٹائپ فاؤنڈری والوں سے مجھے کوئی وجہ عناد و مخالفت نہیں لیکن اُن سے شکایت ضرور ہے کہ وہ کبھی کبھی غور کریں اور دیکھیں کہ ہندی انگریزی کے ٹائپ کے مقابلے میں وہ کتنا گراں اُردو ٹائپ فروخت کرتے ہیں۔ اور پھر اُس میں بھی ایک ہی قسم کے جلی و خفی ٹائپ ملتے ہیں کوئی شکل و صورت کی تبدیلی نہیں ہوتی اور جاذبیت کے مختلف پہلو نظر نہیں آتے۔ آخر ہم اُردو پڑھنے والوں کو اتنا کم ذوق کیوں سمجھتے ہیں۔

یہاں میں انجمن ترقی اُردو مرکزی اور آندھرا پردیش کی انجمن نیز وہاں کے اخبارات و رسائل اور بااثر حضرات کو ایک اور جانب متوجہ کرنا چاہتا ہوں اور وہ ہے حیدرآباد کی ٹائپ فاؤنڈری جو زوالِ حیدرآباد سے پہلے ملک کی اُردو ٹائپ بنانے والی سب سے بڑی فاؤنڈری تھی لیکن بعض نامعلوم وجوہ کی بنا پر بند پڑی ہے۔ حیدرآباد کی ٹائپ فاؤنڈری کا تیار کردہ ٹائپ تجربہ کاروں کی نظر میں زیادہ مضبوط ثابت ہوا تھا۔ اور اس کا تیار کردہ ٹائپ اپنے اندر بے حد جاذبیت اور حُسن رکھتا تھا۔ وہ اپنی ساخت میں بھی اُردو کے بمبئی نسخ سے قدرے مختلف تھا اس لئے اُردو ٹائپ میں ایک قسم کا اضافہ بھی تھا۔ انجمن ترقی اُردو آندھرا پردیش کے اخبارات و رسائل اور بااثر حضرات کو باقاعدہ کوشش کرنا چاہئے کہ وہ فاؤنڈری دوبارہ کام شروع کرے اور اُردو ٹائپ ڈھالے۔ آندھرا پردیش کی حکومت یقیناً اگر اسے بار بار متوجہ کیا جائے تو کچھ نہ کچھ کرے گی اس لئے کہ وہ اُردو کی جانب سے اتنی متعصب نہیں جتنی دوسری ریاستوں کے بارے میں سوچا جا سکتا ہے۔ مجھے تو حیرت ہے کہ حیدرآباد کے جانکی پرشاد اور دوسرے بااثر لوگوں نے اب تک کیوں کوئی کوشش نہ کی۔ حیدرآباد کے نوجوان ادیب سلیمان اریب [illegible] کو بھی کیوں خاموش ہیں۔

عام طور پر اُردو ٹائپ میں چھپوانے والے اس گمان میں ہیں کہ اُردو ٹائپ کی طباعت اُس کی کمپوزنگ کی وجہ سے مہنگی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ بھی ایک حقیقت ہے مگر اس کے ساتھ ہی ساتھ ٹائپ کی مہنگائی بھی ہے جو اُردو ٹائپ بنانے والوں کی پیدا کردہ زیادہ ہے۔ اس لئے حیدرآباد کی ٹائپ فاؤنڈری کے اجراء کی طرف ہمیں اور بھی زیادہ خلوص اور دلچسپی کے ساتھ آمادہ ہونا چاہیئے۔

ظاہر ہے کہ حکومت کے زیرِ اثر کام کرنے والے ادارے زیادہ بے باکی اور جرأت کے ساتھ نئے تجربات کر سکتے ہیں اس لئے حیدرآباد کی ٹائپ فاؤنڈری کی تجدید سے یہ بھی فائدہ مرتب ہو سکتا ہے کہ ٹائپ کی نئی اقسام تیار کی جا سکیں۔ اور اُردو ٹائپ نئے حسن اور نئی خوبیوں سے آشنا ہو۔ نیز اُردو ٹائپ خریدنے والے [illegible] مہنگا سستا جیسا بھی ملے کسی ایک ہی قسم کا ٹائپ خریدنے پر مجبور نہ ہوں اور ٹائپ کی جاذبیت کے پہلو بہ پہلو مناسب نرخ بھی میسر آ جائیں۔

امید ہے کہ آپ میری ان گزارشات کو ہماری زبان کے ذریعے اشاعت کا موقع عطا فرمائیں گے۔ میں اس بارے میں دوسرے حضرات کی آرا کا بھی منتظر رہوں گا۔

[illegible]

میوات کے اسکولوں میں اُردو کی تعلیم

گوڑگانواں کے علاقہ میوات میں دو سو سرکاری اور غیر سرکاری مڈل اسکولوں میں اس سال سے اُردو زبان پھر سے رائج کی جا رہی ہے۔ ان اسکولوں میں آج کل ہندی اور انگریزی بھی پڑھائی جا رہی ہے۔ آئندہ اُردو بھی تیسری زبان کے طور پر پڑھائی جائے گی۔ پنجاب سرکار نے یہ فیصلہ علاقہ کے میو لیڈروں کی درخواست پر کیا ہے۔

مشین جو ہندسے پہچان لیتی ہے

سوویت یونین کے ایک سائنس داں آئیزرمین نے انکشاف کیا کہ ایک ایسی مشین ایجاد کی گئی ہے جو ہندسے حروف اور تصویریں بھی پہچان لیتی ہے۔ اس مشین کو ایک ہزار سو دس مختلف ڈھنگ سے دکھایا گیا۔ اس نے اس کو اس طرح دیکھا جیسے جاندار کی آنکھ دیکھتی ہے۔ اس کے بعد ہم مختلف طریقوں سے یہ ہندسہ لکھا گیا اور مشین کے ردِعمل سے ظاہر ہوا کہ اس نے ہندسے کو پہچان لیا۔

یوپی میں بچوں کے ادب کی ڈائرکٹریٹ

لکھنؤ۔ ۱۵ اپریل۔ معلوم ہوا ہے کہ یوپی میں بچوں کے ادب کی ایک ڈائرکٹریٹ قائم کی جائے گی۔ اس کا نام ساہتیہ پریشد ہوگا۔ اس کا ایک ڈائرکٹر ہوگا۔ ایک اسسٹنٹ ڈائرکٹر ہوگا اور کچھ اسسٹنٹ ہوں گے۔ اس میں منتخب امیدواروں کو بھی تربیت دی جائے گی۔ یہ اسکیم حکومت ہند کی تجویز کردہ ہے اور وہ منصوبہ بھی تیار کر رہی ہے کہ مصنفین کے لئے تربیتی کورس شروع کئے جائیں تاکہ بچوں کا صحت مند ادب پیدا ہو سکے۔

بھاونگر میں عہدِ اکبری کا کتبہ برآمد

راجکوٹ ۔ ۱۵ اپریل۔ معلوم ہوا ہے کہ بھاونگر کے نزدیک سولھویں صدی عیسوی کا ایک کتبہ برآمد ہوا ہے جو قصبہ گھوگھا کے شمال میں ایک کنوئیں سے متعلق ہے۔ اس کتبہ کو پڑھنے سے پتہ چلا ہے کہ یہ کنواں ۱۵۸۵ء میں کھمبات کے ایک باشندے نے تعمیر کرایا تھا۔ کتبہ کی تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ اس زمانہ میں اکبر کی حکومت تھی اور اس کی طرف سے کلیان راؤ اس علاقہ کا نظم و نسق چلاتا تھا۔

ادارۂ علم و عرفان اجمیر

عرصہ سے اجمیر جیسی مرکزی جگہ کے شایانِ شان ایک ایسے ادارہ کی ضرورت شدت سے محسوس کی جا رہی تھی جو علوم مذہب کی قدیم حقیقتوں اور بنیادی صداقتوں کو علم و تحقیق کی جدید روشنی میں پیش کرے۔ خوشی کی بات ہے کہ اب مذکورہ ادارہ کا وجود عمل میں آ گیا ہے۔

(محمد تقی امینی ۔ ناظم ادارہ علم و عرفان)

ضروری اعلان :- براہِ مہربانی خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے۔ منیجر

ہندوستانی تھیٹر پر تحقیقی کام

سوویت یونین میں سائنسوں کی اکاڈمی کے ایشیائی انسٹی ٹیوٹ نے ہندوستانی ڈرامے اور تھیٹر پر مضامین کا ایک مجموعہ شائع کیا ہے۔ یہ مضامین ہندوستانی ڈرامے اور تھیٹر کی مختلف روایتوں اور ان کے ارتقا کی مختلف منزلوں سے بحث کرتے ہیں۔ ان مضامین سے ظاہر ہوتا ہے کہ ڈرامے اور تھیٹر کی روایات میں ایک تسلسل پایا جاتا ہے جو کئی صدی سے قائم ہے۔

ارسطو کی تصانیف پر حاشیے

آرمینیا میں سائنسوں کی اکاڈمی کے اشاعت گھر نے ارسطو کی مشہور تصنیف مقولے پر وہ حاشیے شائع کئے ہیں جو آج سے لگ بھگ ڈیڑھ ہزار برس پہلے قدیم آرمینیائی زبان میں تحریر کئے گئے تھے۔ ان حاشیوں کا مصنف کوئی گمنام شخص ہے۔ قدامت کے لحاظ سے ان حاشیوں کی بڑی قیمت ہے۔ تازہ ترین اشاعت میں آرمینیائی متن کے ساتھ روسی ترجمہ بھی دیا گیا ہے۔ اور ارسطو کی کتاب کا روسی ترجمہ بھی شامل ہے۔

متنادران میں جو نسخے محفوظ ہیں ان میں ارسطو کی ایک اور کتاب تشریحات کے حاشیے بھی شامل ہیں۔ یہ بھی قدیم آرمینیائی زبان میں ہے اور اشاعت گھر کی طرف سے اس کا روسی ترجمہ بھی اشاعت کے لئے تیار کیا جا رہا ہے۔

یوتھ اُردو ایسوسی ایشن تاتار پور

یوتھ اُردو ایسوسی ایشن بھاگلپور کی سالانہ نشست ۱۳ اپریل ۱۹۶۲ء رائل کالج تاتار پور (بھاگلپور) میں زیرِ صدارت جناب ڈاکٹر سید احمد حسن منعقد ہوئی۔ اس نشست میں سالِ نو کے لئے نئی مجلس عاملہ کی تشکیل ہوئی۔ جو مندرجہ ذیل ہے:-

صدر۔ ڈاکٹر سید احمد حسن، نائب صدر۔ پروفیسر شاہد پرویز، خازن۔ حسن مقصود، سکریٹری تسنیم کوثر، جوائنٹ سکریٹری۔ سید فضل رب، اسسٹنٹ سکریٹری۔ نصر حمید خلش۔

ممبران :- محمود واجد ۔ جمال احمد فراق ۔ صمد حمیدی ۔ رشید الحق سید مبشر احمد ۔ عبد الحی ۔ محمد علی ۔ نسیم آرزی ۔ محمد خورشید عالم ۔ محمد نجیب الرحمن ۔ ایم۔ اے جاوید۔

(سکریٹری تسنیم کوثر)

باڑی میں مشاعرہ

بزم ادب باڑی کے زیرِ اہتمام پیرزادہ حافظ سید محمود علی صاحب جلالی کے اعزاز و صدارت میں یہاں ایک محفل مشاعرہ کاشانۂ ادب باڑی میں منعقد کی گئی جس میں شوکت جلالی، دود کوٹی ۔ جذبی ورانی ۔ اشفاق آسی ۔ معراج قریشی ۔ مجھن کمیل پوری۔ صلاح الدین اشرف وغیرہ نے حصہ لیا۔

(اشفاق آسی)

مدراس میں مشاعرے

جناب خیالؔ اکبر آبادی کے اعزاز میں اُردو ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام شنبہ ۱۴ر اپریل ۱۹۶۲ء کو دو عظیم الشان مشاعرے منعقد کئے گئے۔ پہلا مشاعرہ دفتر روزنامہ "مسلمان" مدراس میں شام کے پانچ بجے حضرت کمال مدراسی کی صدارت میں منعقد کیا گیا۔ اور دوسرا مشاعرہ جناب محمد احمد اللہ کے دولت کدے پر جناب محمد عبد اللہ ربی ڈی اسسٹنٹ انجینیر سیلم ڈسٹرکٹ کی صدارت میں ہوا۔

(یوسف ہمایوں۔ ناظم نشر و اشاعت اُردو ایسوسی ایشن مدراس)

شیکسپیر کی ۴۰۰ ویں سالگرہ

معلوم ہوا ہے کہ ۱۹۶۴ء میں شیکسپیر کی ۴۰۰ ویں سال گرہ منانے کے سلسلے میں مختلف تقاریب کی تفصیلات ایک کونسل طے کر رہی ہے جو تقریباً ایک سال قبل قائم ہوئی تھی۔ اس سال ۲۸ر جون کو شہزادی الیگزینڈرا اسٹیفرڈ (شیکسپیر کا مقام پیدائش) میں شیکسپیر مرکز کا سنگ بنیاد رکھیں گی۔ سالگرہ کی تقاریب ناٹکوں، کنسرٹوں، لیکچروں وغیرہ پر مشتمل ہوں گی۔ سالگرہ کی پارٹی ۲۳ر اپریل ۱۹۶۴ء کو ہوگی۔

ساہتیہ سنگم بھوپال کا جلسہ

بھوپال۔ ۱۵ر اپریل ۶۲ء۔ گزشتہ شب باب قاضی زین العابدین میں قومی یک جہتی کے ادبی ادارہ "ساہتیہ سنگم" کا جلسہ زیر صدارت حضرت کوثر چاند پوری منعقد ہوا۔ تنقیدی پروگرام میں شمیم احمد نے "افسانہ" اور اختر سعید نے "خاکہ" فضل الرحمٰن تابش اور شاہد اختر نے نظمیں اور اظہر سعید نے غزل پڑھی۔ تخلیقات پر مختصر مگر ٹھوس اور صحت مند تنقید ہوئی جس میں متذکرہ فنکاروں اور صاحب صدر کے علاوہ سید محمد یوسف قیصر، عیسیٰ صدیقی، محمد علی تاجؔ، مقصود عمرانی ارشد صدیقی، قیصر محمود نے حصہ لیا۔

آخر میں نوجوان افسانہ نگار "یوسف متان" کے سانحۂ ارتحال پر ایک تعزیتی تجویز پیش کی گئی۔

جلسے میں یہ بھی طے کیا گیا کہ عنقریب بھوپال کے فنکاروں کا ایک بڑا جلا جلسہ کیا جائے جس میں "ہماری ادبی سرگرمیاں، قومی یک جہتی میں کس طرح معاون ہو سکتی ہیں" کے موضوع پر تخلیقات نظم و نثر پڑھی جائیں گی اور تقریریں کی جائیں گی۔

(ارشد صدیقی جنرل سکریٹری ساہتیہ سنگم بھوپال)

اپسٹائن کا بنایا ہوا ٹیگور کا مجسمہ

کچھ دن ہوئے لندن میں آرٹ کی اشیاء کی نیلامی ہوئی تھی جس میں جیکب اپسٹائن کا بنایا ہوا ٹیگور کا ایک کانسے کا بُت ۸۲۶۶ روپے میں فروخت ہوا۔ اپسٹائن نے اسے ۱۹۲۶ء میں بنایا تھا۔ ایک پرائیویٹ خریدار مسٹر فرانسس ٹیلر نے یہ بُت خریدا ہے۔ بُت کی اونچائی ۳۰½ انچ ہے۔

سید محمود طرزی کا انتقال

یہ خبر افسوس کے ساتھ سُنی جائے گی کہ اُردو کے مشہور شاعر اور ناول نویس سید محمود طرزی ایک طویل علالت کے بعد ۷ر اپریل کو کلکتے میں انتقال کر گئے۔ مرحوم ۱۸۹۱ء میں مغربی اتر پردیش کے شہر میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم بھی میرٹھ ہی میں حاصل کی پہلی جنگ عظیم کے دوران میں سپاہی کی حیثیت سے داخل ہوئے اور قیصر ہند کا تمغہ حاصل کیا، پھر وہ کلکتے چلے گئے، جہاں آغا حشر، رضا علی وحشت اور ناطق لکھنوی کی صحبتوں نے ان کے شعری و ادبی ذوق کو جلا دی۔

(نامہ نگار)

بزم ادب مئو کی پندرہ روزہ نشست

بزم ادب مئو کی پندرہ روزہ نشست ۱۵ر اپریل ۶۲ء کو بوقت ۸ بجے شب زیر صدارت حضرت فضا ابن فیضی منعقد ہوئی۔ کارروائی کا آغاز ایک ادبی مباحثہ سے ہوا۔ اس مباحثہ کا عنوان "ادب میں تغیر پسندی" تھا۔

(سردار شفیق۔ پروپیگنڈہ سکریٹری)

"اُردو۔ تلگو ادبی سنگم"

سنگا ریڈی میں جلسے کی تیاریاں

ایک اطلاع کے مطابق سنگا ریڈی میں "اُردو تلگو ادبی سنگم" کے قیام کے لئے ایک جلسہ عنقریب ہوگا۔ مسٹر کے۔ کرشنا چاری ایڈووکیٹ کے مکان پر جلسے کے انعقاد کی تیاریاں جاری ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ اس جلسے میں شرکت کے لئے مسٹر حبیب الرحمٰن معتمد انجمن ترقی اُردو آندھرا پردیش، ڈی راما نج راؤ معتمد ساہتیہ اکاڈیمی کے علاوہ مسٹر ہیم باگا ریڈی صدر ضلع پریشد اور دوسروں کو مدعو کیا جا رہا ہے۔

بقیہ: رسالۂ دکن ریویو

دکن ریویو سلسلہ جدید جلد سوم کے اول دو نمبر فائل میں نہیں ہیں۔ تیسرا نمبر جو جنوری ۱۹۰۶ء میں شائع ہوا تھا اور فروری سے مئی ۱۹۰۶ء (نمبر ۴ تا نمبر ۷) تک کے نمبر اس جلد میں ملتے ہیں۔ اس کے بعد پرچے شائع ہوئے یا نہیں اس جلد کے معائنہ سے کچھ پتا نہیں چلتا ہے۔ اس جلد کے پانچ نمبروں (۳ تا ۷) میں عبد الحمید خاں سلطان ترکی اور نواب لطف الدین خاں بہادر کی تصویریں نکلی ہیں۔ عدیم الفرصتی کے باعث مارچ و اپریل ۱۹۰۶ء (نمبر ۵-۶) کے مشترکہ پرچے کی اشاعت کے بعد ظفر علی خاں صاحب نے دکن ریویو کی ملکیت اور ایڈیٹری سید مودود احمد قادری منشی باغ سالار جنگ مرحوم حیدرآباد کے نام منتقل کردی، جن کی ادارت میں مئی ۱۹۰۶ء سے پرچہ نکلنا شروع ہوا۔ مئی (نمبر ۷) کے بعد کے پرچے فائل میں نہیں ہیں اس لئے نہیں کہا جا سکتا ہے کہ رسالہ دکن ریویو سلسلہ جدید کب تک باقاعدگی سے نکلا اور کب بند ہو گیا۔

دکن ریویو کو منتقل کرتے وقت ظفر علی خاں نے جو چند سطریں لکھی ہیں ان کا اقتباس ناظرین ہماری زبان کی آگاہی کے لئے ذیل میں درج ہے:

ہماری خدمت کی نوعیت بدل گئی ہے جس کی وجہ سے ذمہ داری کا ایک بڑا بوجھ ہمارے سر پر آ پڑا ہے......

.......ایسی حالت میں جب کہ ہم اس کے لئے نہ اتنا وقت نکال سکتے ہیں جیسا اب تک نکالتے رہے ہیں نہ ایسی محنت کر سکتے ہیں جیسے اب تک کرتے رہے تو ظاہر ہے کہ دکن ریویو وہ وقعت و حیثیت قائم نہ رکھ سکے گا جو اس نے ملک کے کثیر التعداد رسالوں میں حاصل کرلی تھی......

.........مولوی سید مودود احمد قادری نے دکن ریویو کے چلانے کے لئے کافی سرمایہ کا انتظام کرنے کے علاوہ ایک لائق اسٹاف مددگاروں کا بہم پہنچا لیا ہے.........

اس کے منیجر بدستور مولوی محمد بدیع الزماں خاں صاحب ہی رہیں گے۔

جلد سوم کے اہم مضامین کی فہرست یہ ہے:-

(۱) حقیقت شعر۔ مولانا سید علی حیدر صاحب طباطبائی۔

(۲) بادل۔ مولوی سید کاظم حسین صاحب شیفتہ حیدرآباد دکن۔

(۳) سوانح ابن حزم، علوم اور اندلس۔ مولوی محمد عبد الجبار مدرس مدرسہ باقیات الصالحات ویلور۔

(۴) فنون لطیفہ (۱)، (۲)، (۳)۔ مولوی محمد عاشق حسین خاں بی۔ اے۔ الہ آباد۔

(۵) ہندوؤں کی تہذیب (۴)۔ رائے چھوٹا لال صاحب محکمہ فنانس حیدرآباد دکن۔

(۶) السفر وسیلۃ الظفر۔ پنڈت رتن ناتھ سرشار آنجہانی۔

(۷) عربی شاعری اور شعراء۔ مولوی ابو عبد الباسط صاحب مولوی فاضل حیدرآباد دکن۔

(۸) نامہ مدح (۱)۔ مولوی منظور حسین صاحب نظام کالج اندور۔

(۹) مختار شہید (۱)۔ مولوی سید علی حیدر صاحب۔

(۱۰) جوتی۔ مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر۔

(۱۱) قرون عالم۔ جناب جے۔ آر۔ رائے صاحب لاہور۔

ریڈیو ساہتیہ سماروہ

نئی دہلی - ۲۱ر اپریل۔ مرکزی وزیر اطلاعات و نشریات شری بی۔ گوپالا ریڈی نے کل یہاں آل انڈیا ریڈیو کے آڈیٹوریم میں کہا کہ ہندوستان کی یونیورسٹیوں کے لئے "ضروری ہے کہ مختلف ہندوستانی زبانیں سیکھنے کا ذریعہ بنیں"۔ شری ریڈی ساتویں آکاش وانی ساہتیہ سماروہ کا افتتاح کر رہے تھے اس سماروہ کا موضوع "ملکی زبانوں میں تال میل" ہے۔ سماروہ میں شریک ہونے والوں میں ملک کے مختلف حصوں سے آئے ہوئے تمام اہم ہندوستانی زبانوں کے سو سے زائد ادیب شامل تھے۔ اس سماروہ کی صدارت شری پی وی ماما وار کیرے نے کی۔

سماروہ کو "زبانوں کی ایک چھوٹے پیمانے کی پارلیمنٹ" قرار دیا اور ان کے تال میل پر زور دیا۔ انھوں نے کہا چونکہ ہماری سب ہی زبانیں ہندوستانی تہذیب اور فکر کی ترجمان ہیں اس لئے وہ سب لسانی اختلافات کے باوجود ایک بنیادی اتحاد کی حامل ہیں۔ پچھلے کئی برسوں میں ہندوستانی زبانوں میں ایک نئی زندگی اور نئی بیداری پیدا ہوئی ہے۔

ہندوستانی ادیبوں کی تخلیقات میں وسیع مشربی، حریت پسندی اور انسان دوستی رچی بسی نظر آتی ہے جو ایک اچھی علامت ہے۔ یہاں شری ریڈی نے تمام زبانوں کے ادیبوں میں تحریک عمل پیدا کرنے اور ہندوستانی زبانوں کی ترویج و ترقی کے لئے مفید کام کرنے میں آل انڈیا ریڈیو کے کردار کا ذکر کیا۔

زبانوں کے تال میل کے فروغ میں یونیورسٹی کے کردار کے متعلق اپنی بات کی وضاحت کرتے ہوئے شری ریڈی نے کہا کہ ہر ریاست کو ہر سال چند طلبہ کو دوسری زبانیں سیکھنے پر مامور کرنا چاہیے۔ ان طالب علموں کو وظیفے دے کر دوسری ریاستوں کی مختلف یونیورسٹیوں میں وہاں کی زبانوں سے خاطر خواہ واقفیت حاصل کرنے کی غرض سے بھیجا جانا چاہیے اس طرح دس سال کے عرصے میں ہر ریاست میں دوسری زبانیں جاننے والے کم از کم سو طالب علم ہو جائیں گے جو زبانوں کے تال میل کے عمل کو تیز تر کر سکیں گے۔ یونیورسٹیاں بھی دوسری زبانیں سیکھنے کا ذریعہ بہم پہنچا کر اس سوال کو آگے بڑھا سکتی ہے۔

شری ریڈی نے قومی زبان کے طور پر ہندی کے کردار کا ذکر کرتے ہوئے کہا "ہندی کی اپنی مانگیں ہیں اور ذمہ داریاں بھی ہیں وہیں نہایت ضروری ہے اور ہندی بولنے والے لوگوں کو دوسری ہندوستانی زبانیں بھی ضرور سیکھنی چاہئیں۔

ماما وار کیرے نے اپنی صدارتی تقریر میں کہا کہ تقریر بہ نسبت تحریر زیادہ اثر رکھتی ہے لہٰذا قومی اتحاد کو فروغ دینے میں آل انڈیا ریڈیو کو ایک اہم کردار ادا کرنا ہے۔

اس سے قبل آل انڈیا ریڈیو کے ڈائرکٹر جنرل مسٹر جی۔ پی۔ بھٹ نے آل انڈیا ریڈیو کے پروگراموں کی ضروریات پر پورا اترنے والے مختلف زبانوں کے مترجموں کی قلت کا ذکر کیا۔ انھوں نے کہا کہ آل انڈیا ریڈیو نے زبانوں کے تال میل اور قومی یک جہتی کے اہم کام میں حسب توفیق ہاتھ بٹایا ہے۔

معاصر

اور اب سنسکرت!

مدھیہ پردیش کے سابق وزیراعلیٰ ڈاکٹر کیلاش ناتھ کاٹجو نے بنارس کی سنسکرت یونی ورسٹی میں خطبۂ تقسیم اسناد دیتے ہوئے اور اس کے بعد اپنے ایک مضمون میں سنسکرت کو ہندوستان کی قومی زبان بنانے پر زور دیا ہے۔ اس کے لئے ان کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اس طرح قومی یک جہتی کا کام آسان ہو جائے گا اور انتشار پسند رجحانات کا زور گھٹ جائے گا اس لئے کہ ہندوستان کی بیشتر زبانوں کی جڑیں سنسکرت سے نکلی ہیں۔ لیکن بیشتر زبانوں کا مطلب سب زبانیں، نہیں ہے۔ اور ہندوستان کی مختلف زبانیں سنسکرت سے قریبی تعلق رکھنے کے باوجود اپنی ایک انفرادیت رکھتی ہیں جسے وہ ترقی دینا چاہتی ہیں۔ اور ڈاکٹر کاٹجو نے اپنے مضمون میں اس بات پر جو ناپسندیدگی ظاہر کی ہے اس سے ان زبانوں کے بولنے والوں میں غلط فہمی پیدا ہو سکتی ہے۔

قومی زبان کی جو تعریف ڈاکٹر کاٹجو نے کی ہے اس پر بھی سنسکرت پوری نہیں اُترتی۔ انھوں نے کہا ہے کہ قومی زبان وہ زبان ہونی چاہئے جسے عوام پسند کرتے ہوں اور جس سے وہ محبت کرتے ہوں اور جسے وہ تبادلۂ خیال میں استعمال کرتے ہوں۔ جہاں تک سنسکرت کا تعلق ہے وہ ہندوستان ہی کی ایک زبان ہے۔ لوگوں کا اس سے محبت کرنا اور اسے پسند کرنا ایک قدرتی چیز ہے اور کسی کا اس سے نفرت کرنا ایک ناگہانی کی بات ہوگی۔ لیکن اگر ڈاکٹر کاٹجو کی یہ بات کسی مزید تحقیق کے بغیر مان لی جائے کہ سنسکرت کسی زمانے میں علماء و فضلاء کے درمیان تبادلۂ خیال کی زبان رہی ہے تب بھی سوال یہ ہے کہ کیا کبھی وہ عوام کے درمیان تبادلۂ خیال کی زبان تھی اور جو حیثیت اسے اپنے عروج کے زمانے میں حاصل ہو سکی وہ کیا آج حاصل ہو سکتی ہے؟ سنسکرت کی عظمت سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا لیکن محض اس کی عظمت اسے عوامی یا قومی زبان بنانے کے لئے کافی نہیں ہو سکتی۔

دراصل یہ عظمت ہی اس کے زوال کا ایک بڑا سبب بنی ہے۔ ماضی میں ایک طبقے نے کچھ تو اپنی علمیت کی بنا پر اور کچھ اپنی خود غرضی کی بنا پر اس زبان کو اتنا مشکل اور مصنوعی بنا دیا کہ عوام سے اس کا ناتا کمزور ہو گیا۔ اور اس بات کا اثر زبان کے علاوہ سیاسی اور سماجی حالات پر بھی پڑا۔ ایک طرف برہمنیت اور بدھ مت نے ترقی کی اور دوسری طرف پراکرت زبانوں نے سنسکرت کو جہاں تک عوامی زندگی اور اس کی ضرورتوں کا تعلق تھا پس پشت ڈال دیا۔ جس زمانے کی یہ بات ہے اس زمانے میں اور اس کے بعد بھی بڑے بڑے طاقتور حکمرانوں نے سنسکرت کی سرپرستی کی اور ان کے عہد حکومت میں اس زبان کے ادب میں خاصی ترقی بھی ہوئی مگر یہ عوام کی بول چال کی زبان نہیں بن سکی۔

ڈاکٹر کاٹجو نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ انھوں نے سنسکرت سیکھنے کی تین بار کوشش کی مگر تینوں بار ناکامیاب رہے۔ ان کی یہ بات چاہے کسی حد تک صحیح ہو کہ سنسکرت کی تعلیم سے لوگ ہندوستان کی پرانی تہذیب اور روایات سے واقف ہو جائیں گے۔ لیکن ان کا یہ خیال درست نہیں ہے کہ اسکولوں میں سنسکرت کی تعلیم سے سنسکرت عوام کی زبان بن جائے گی۔

(قومی آواز لکھنؤ)

از دیویندر پرشاد سکسینہ بدایونی

باغ اکبر آبادی

منشی بال کرشن نام باغ تخلص۔ منشی ہنومان داس آنجہانی کے صاحبزادے تھے۔ تقریباً سنہ ۱۹ء میں آگرہ میں پیدا ہوئے۔ ہوش سنبھالا تو گھر میں دولت اور عزت سب کچھ موجود تھی۔ آپ کے والد کی عظمت تمام شہر آگرہ میں تھی کیونکہ ویش اگروال ہوتے ہوئے اور لین دین کرتے ہوئے آپ نے کبھی کسی سے سود نہیں لیا۔ کئی پشت سے پیشہ طبابت آپ کے خاندان میں ہوتا ہے۔ باغ کو فن طب میں حکیم باسط علی صاحب مرحوم سے شرف تلمذ تھا۔ شعر و شاعری کی طرف میلان طبیعت میں باغیر سال کی عمر سے رہا اور حکیم وصی حسن صاحب شباب اکبر آبادی کے مشورے سے مرزا تجمل حسین فلک اکبر آبادی کے سامنے زانوئے ادب تہ کیا۔ شاعری کے زمانے میں مشاعروں میں شب و روز شریک ہوتے لیکن جوان فرزند کی موت کے صدمے سے شعر گوئی بالکل ترک ہو گئی تھی۔ مجموعہ کلام شائع نہیں ہوا۔ متعدد بیاضوں میں ان کا کلام تھا جو اکثر رسالوں میں شائع ہوا۔ نومبر سنہ ۱۹۶ء میں انتقال فرمایا۔ اخلاق اور محبت کی کان تھے۔ نہایت دیندار انسان تھے۔ ہر پورن ماشی کو گنگا اشنان کو بدایوں آتے اور گنگا نہاکر غریبوں کو خیرات کیا کرتے تھے۔

آپ کا کلام زبان کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ اس سے نازک خیالی صفائی اور پختگی ٹپکتی ہے۔ آپ کا شمار بھی سیماب، منیش، رعنا اور شمیم اکبر آبادی کی طرح آگرہ اسکول کے صف اول کے اساتذہ میں ہوگا۔ سیماب اکبر آبادی نے آگرہ اسکول پر ایک رسالہ شائع کیا ہے اس میں ان کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں۔ کلام ملاحظہ ہو:-

نہ سمجھتا تھا نسیم صبح کے پیغام سے
پھول کھلتے ہیں گلستاں میں تمہارے نام سے
عشق میں جان آگئی پھر حسن کے پیغام سے
کھول دیں بیمار نے آنکھیں تمہارے نام سے
مرنے والا مر چکا اور رونے والے رو چکے
آپ کو کیا فکر ہے اب سویئے آرام سے
برق کو یوں دشمنی تھی چار تنکوں سے مرے
دہر میں مشہور تھے یہ آشیاں کے نام سے
اے غم جاناں نوازش کا تری صد شکریہ
کٹ گئی تیری بدولت زندگی آرام سے

سو بار روح تھا یہی تسکین جاں بنا
بلبل نہ ہوسکے تو قفس گلستاں بنا
جب کوئی راز داں نہ ملا مجھ کو شام غم
تو آپ کا خیال مرا رازداں بنا

تم نے ہزار بار مٹایا تو کیا ہوا
میں جب بنا تمہارے قدم کا نشاں بنا
یہ تو ہوا کہ عشق کی تصویر بن گیا
لیکن ابھی میں آپ کی صورت کہاں بنا
دیکھو تو باغ خون شہیداں کی شوخیاں
پھولوں میں رنگ رنگ میں رعنائیاں بنا

جب دیکھے بگڑے دیکھے تیور تری نظر کے
کچھ آنکھ میں مروت بھی چاہیئے بشر کے
معلوم ہیں مجھے بھی دیر و حرم کی رسمیں
سب کچھ بنا دیا ہے تم نے خراب کر کے
وہ بجھ گئے تو غم کیا یہ حشر تک جلیں گے
وہ قبر کے دیئے تھے یہ داغ ہیں جگر کے

جنوں کا ہاتھ ہے شاید ہواؤں میں گلستاں کی
بہار آتے ہی کلیاں کھل گئی ہیں میرے داماں کی
ہماری زندگی تو وقف زنداں ہو چکی یارب
تخیل چشم کیوں کرتا ہے تصویریں گلستاں کی

یارب لیا نشاط کسی نے کسی نے عیش
غم میں نے لے لیا یہ پسند آگیا مجھے

میرا کسی نے ساتھ شب غم دیا نہیں
میں چراغ بھی تو سحر تک جلا نہیں

تڑپ گیا تھا دل نامراد غربت میں
وطن کی یاد نہ آئی تھی تیر آیا تھا

یہ بھی تو لوٹ رہا ہے ترے جلووں کی بہار
میں بھی اٹھ جاؤں گا آئینہ مقابل سے اٹھا
کہہ دیا تھا نہ اٹھوں گا نہ اٹھا جیتے جی
دیکھ لے میرا جنازہ تری محفل سے اٹھا
نعمت درد، گہر اشک، گل داغ جگر
کچھ نہ کچھ لے کے اٹھا جب تری محفل سے اٹھا

پبلشر نذر حسن پرنٹر ضمیر الدین قریشی نے مسلم ایجوکیشنل پریس علی گڑھ میں چھپوا کر مرکزی انجمن سے شائع کیا